رشید حسن خاں کا علمی سرمایہ

ڈاکٹر محمد سعید، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Rasheed Hasan Khan is well known researcher of urdu literature. This article introduces the services of Rasheed Hasan Khan in the field of language and literature specially with reference to his works on classic urdu literature.

رشید حسن خاں اُن خوش قسمت اہلِ قلم میں سے ہیں جنھیں طویل ادبی و تصنیفی زندگی گزارنے کا موقع ملا۔ کم و بیش پچپن چھپن برس تک ان کا قلم چلا اور اس دوران میں ان کے قلم سے سینکڑوں مضامین نکلے۔ رشید حسن خاں کے اس نصف صدی سے زیادہ عرصے پر پھیلے ہوئے علمی و تصنیفی سرمایے کی تفصیلات، مکمل اور مستند صورت میں کہیں نہیں ملتیں۔ ان کے بارے میں اب تک جتنی کتابیں اور مضامین سامنے آئے ہیں اُن میں سے چند قابلِ ذکر ماخذ ایسے ہیں جن سے کچھ مدد اور رہنمائی پڑھنے والوں کو مل جاتی ہے لیکن وہ بھی سب کے سب نامکمل بھی ہیں اور غیر مستند بھی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ رشید حسن خاں کے علمی و تصنیفی سرمائے کی معروضی انداز سے اشاریے کے نمونوں پر ایسی جامع اور مستند فہرست مرتب ہو سکے جس سے اُن کی جملہ تصنیفات و تالیفات کا بنیادی تعارف آسانی سے ہو سکے۔ ایسی فہرست جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ اُن کی کون سی کتاب کے کتنے ایڈیشن شائع ہوئے، کہاں کہاں سے اور کب کب۔ نیز یہ کہ اُن کی کون کون سی ایسی کتابیں ہیں جن پر انھوں نے نظرِ ثانی کی اور اب حوالے کے لیے اُن کے کون سے ایڈیشن کو سامنے رکھا جانا چاہیے۔ رشید حسن خاں کی کچھ کتابیں اُن کی اجازت کے بغیر بھی شائع ہوئی ہیں اور اُن میں سے بعض کے نام بھی بدل دیے گئے۔ یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ ان کے نام سے ایک جعلی کتاب بھی شائع کر دی گئی تھی اور اُن کی دو ایک کتب کو معمولی تبدیلی کے ساتھ ایک صاحب نے اپنے نام سے بھی چھاپ لیا ہے۔ غرض یہ کہ رشید حسن خاں کی تصانیف کی اب تک جو فہرستیں مختلف لوگوں نے مرتب کی ہیں وہ ان مباحث کا احاطہ نہیں کرتیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسی فہرست کی تیاری شاید ان لوگوں کا باقاعدہ موضوع بھی نہیں تھی بلکہ رشید حسن خاں کے بارے میں کتاب یا مضمون ترتیب دیتے ہوئے ضمنی طور پر ان فہرستوں کو بھی شامل کر لیا۔ پھر یہ کہ رشید حسن خاں کی غیر مدوّن تحریروں کی فہرست تو سرے سے ابھی تک مرتب ہی نہیں ہوئی۔ لہٰذا رشید حسن خاں کے علمی سرمائے کی ایسی جامع فہرست کی تیاری اہم بھی ہے اور ضروری بھی جس سے رشید حسن خاں کے کل علمی و تصنیفی سرمائے کے بارے میں معروضی انداز سے مکمل طور پر بنیادی معلومات کو سامنے لایا جا سکے۔ ایسی ایک فہرست راقم نے تیار کرنے کی کوشش کی ہے جو میرے پی ایچ۔ڈی کے

غیر مطبوعہ مقالے میں شامل ہے۔اب یہاں اس مضمون میں رشید حسن خاں کی صرف ان کتابوں کو موضوع بنایا گیا ہے جن کے بارے میں کچھ غلط معلومات بعض مطبوعہ کتابوں میں ملتی ہیں۔

اب تک رشید حسن خاں کی تصانیف کی جو قابلِ ذکر فہرستیں تیار ہوئی ہیں ۔ اُن میں سب سے پہلی فہرست اطہر فاروقی نے مرتب کی تھی جو ماہنامہ ''کتاب نما'' کے خصوصی شمارے ''رشید حسن خاں : حیات اور ادبی خدمات'' (مطبوعہ جولائی ۲۰۰۲ء) میں ''رشید حسن کا سوانحی خاکہ'' کے آخر میں شامل ہے۔ یہ کتاب مرتب پہلے ہوئی تھی لیکن اس کی اشاعت تاخیر سے ہوئی۔اس کے بعد ماہنامہ ''اُردو دُنیا'' نئی دہلی اپریل ۲۰۰۶ء کے شمارے میں گوشۂ رشید حسن خاں میں شامل ہوئی اور پھر ڈاکٹر آفتاب اشرف اور جاوید رحمانی کی مرتبہ کتاب ''رشید حسن خاں : کچھ یادیں کچھ جائزے'' (مطبوعہ : مکتبہ الحرا ، دربھنگہ، ۲۰۰۸ء) میں شامل کی گئی ۔ اطہر فاروقی کی مرتبہ اس آخری فہرست کے مطابق خاں صاحب کی ۲۴ کتب ہیں ۔ ڈاکٹر شمس بدایونی نے اپنے مضمون ''رشید حسن خاں کی یاد میں'' مشمولہ: ''ہماری زبان'' (رشید حسن خاں نمبر ۲۰۰۶ء) کے ساتھ اپنی تیار کردہ فہرست کو شامل کیا ۔ انھوں نے لکھا ہے کہ خاں صاحب کی تقریباً ۳۲ کتابیں ہیں جبکہ ان کی فہرست میں ۲۸ کا اندراج ہے۔ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے ''مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی'' (مطبوعہ : ادبیات لاہور، جون ۲۰۰۹ء) میں رشید حسن خاں کے سوانحی خاکے ساتھ اُن کی کتابوں کی فہرست دی ہے ۔ اس میں کتابوں کی تعداد ۳۱ ہے۔ ان کے بعد ڈاکٹر رفاقت علی شاہد کے مضمون ''رشید حسن خاں احوال و آثار'' (مشمولہ ''مخزن'' لاہور، جلد ۹ ، شمارہ ۲۵، ۲۰۰۹ء) کے مطابق رشید حسن خاں کی ۳۰ کتابیں اب تک طبع ہو چکی ہیں ۔ اب تک کا آخری حوالہ ڈاکٹر ٹی آر۔ رینا کا مرتب کردہ ''رشید حسن خاں کے خطوط'' کا مجموعہ ہے جو فروری ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا۔ اس کے مقدمے میں انھوں نے جو فہرست دی ہے اس کے مطابق رشید حسن خاں کی اب تک ۲۶ کتابیں شائع ہوئی ہیں ۔

رشید حسن خاں کی کتابوں کی فہرست کے ان مرتبین میں صرف کتابوں کی تعداد ہی کا اختلاف نہیں ان کے مقام اشاعت اور سالِ اشاعت میں بھی فرق ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض اختلافات ہیں مثلاً رشید حسن خاں کی ایک کتاب ہے'' دیوانِ درد'' اس کا عنوان کسی نے اسی طرح درست لکھا ہے اور کسی نے ''دیوان خواجہ میر درد'' ، ایک کتاب ہے ''انتخابِ مضامینِ شبلی'' کہیں یہ عنوان ایسے ہی ہے اور کہیں صرف ''انتخابِ شبلی'' ہے۔ ایک کتاب ہے ''انتخابِ ناسخ'' اس کو رشید حسن خاں نے بعد میں مقدمے میں معمولی ترمیم اور آخر میں ایک مضمون کے اضافے کے ساتھ ''انتخابِ کلام ناسخ'' کے عنوان سے چھپوایا۔ گویا کتاب ایک ہی رہی لیکن بعض فہرستوں میں اس کو الگ الگ دو کتابوں کے طور پر ظاہر کیا گیا ہے ۔ اسی طرح رشید حسن خاں نے طلبہ کے لیے اپنی کتاب ''اُردو املا'' کی تلخیص کر کے ''اُردو کیسے لکھیں'' کے عنوان سے چھپوائی ۔ اسی کو بعض تبدیلیوں کے بعد ''عبارت کیسے لکھیں'' کا عنوان دیا اور یہ لکھ دیا کہ اب ''اُردو کیسے لکھیں'' کو کالعدم سمجھا جائے لیکن ان سب فہرستوں میں یہ دو الگ الگ کتابوں کے طور پر شامل ہے ۔ رشید حسن خاں کی مرتبہ ایک کتاب ''دیوانِ حالی'' ہے اس کا ذکر صرف ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے کیا ہے لیکن وہ اس کا مقام اشاعت مکتبہ جامعہ لمیٹڈ لکھتے ہیں، جبکہ یہ کتاب دہلی اُردو اکادمی نے شائع کی تھی ۔ رشید حسن خاں کی مرتبہ ''فسانۂ عجائب'' اور'' باغ و بہار'' بالا ترتیب ۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۲ء میں انجمن ترقی اُردو ہند نئی دہلی سے شائع ہوئیں اور بالا ترتیب انھی برسوں میں لاہور سے ادارۂ نقوش نے انھیں چھاپا جبکہ ڈاکٹر ٹی آر۔ رینا نے ان کی پاکستانی اشاعتوں کو انجمن

ترقی اُردو پاکستان لکھا ہے اور کراچی کے بجائے لاہور لکھا ہے۔ مکتبہ جامعہ کی معیاری ادب سیریز کے تحت، رشید حسن خاں نے مثنوی ''گلزارِ نسیم'' اور مثنوی ''سحر البیان'' بھی مرتب کی تھیں۔ ان دونوں کتابوں کا کسی فہرست میں ذکر نہیں ہے۔ غرض یہ کہ ایسے اختلافات اور اشکالات ان فہرستوں میں موجود ہیں جو بعض اوقات تحقیق کرنے والوں کے لیے الجھن کا باعث بنتے ہیں۔ البتہ ان فہرستوں میں سے ڈاکٹر رفاقت علی شاہد کی پیش کردہ فہرست زیادہ ذمے داری سے تیار کی گئی ہے اور ان کے موضوع کا تقاضا بھی تھا کہ وہ رشید حسن خاں کے ''احوال و آثار'' مرتب کر رہے تھے۔ لیکن ایک تو اس میں رشید حسن خاں کی تین چار کتابوں کا اندراج شامل نہیں ہو سکا۔ دوسرا اس فہرست میں بھی مکمل طور پر تمام ایڈیشنوں کے حوالے نہیں آ سکے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون سا ایڈیشن ترمیم واضافے یا نظر ثانی کے بعد حتمی قرار پاتا ہے۔ جیسے ان کے ہاں ''انشائے غالب'' کے صرف انڈین ایڈیشن کا اندراج ہے جبکہ بہت سے ترامیم واضافوں کے بعد اس کا دوسرا ایڈیشن پاکستان سے شائع ہوا۔ اب ہر جگہ اسی کو پیش نظر رکھا جائے ماقبل کی حیثیت تاریخی رہے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک اور الجھن پیدا کر دی ہے کہ معیاری ادب سیریز کے تحت رشید حسن خاں نے مکتبہ جامعہ کے لیے جو کتابیں مرتب کی تھیں ان کے آگے قلاّ بین میں ہر کتاب کے کوائف میں ''تدوین، مقدمہ'' کے الفاظ بڑھا دیے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ رشید حسن خاں نے یہ کام بہت محنت سے کیے تھے لیکن نہ یہ تدوین ہے اور نہ ان سب پر ان کا مقدمہ ہے۔ یہ خاص طور پر طلبہ کے لیے اور عام قارئین کے لیے معیاری متن پیش کرنے کی کوشش ہے۔ رشید حسن خاں نے تدوین کے جیسے شاہ کار ''فسانہ عجائب''، ''باغ و بہار'' اور مثنویوں کی صورت میں بعد میں پیش کیے ان سے ان کی کوئی نسبت نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ ان میں سے دو ایک کے علاوہ طویل مقدمہ کسی پر نہیں صرف چار صفحے کی تحریر ''تعارف'' کے عنوان سے ہے۔ ظاہر ہے تعارف اور مقدمے کے مندرجات میں فرق ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ یہ معروضیت کے بھی خلاف ہے کہ مرتب اس کو ''تعارف'' لکھ رہا ہے اور آپ لوگوں کو ''مقدمہ'' بتا رہے ہیں ان کو ''تدوین'' کہنے سے بھی معروضیت مجروح ہوتی ہے کہ جب مرتب انھیں محض ''تصحیح و ترتیب'' کا نام دے رہا ہے اور یہ محض عاجزی نہیں، تو اسے ''تدوین'' کیوں کہا جائے۔ ان ساری کتابوں کے ابتدائی ایڈیشنوں کے سرورق پر تو سرے سے مرتب کا نام ہی نہیں ہے صرف اندرونی سرورق پر ہے ان میں سے بھی بعض پر بطور مرتب کسی سرورق پر رشید حسن خاں کا نام نہیں لیکن چونکہ ان کا تعارف انھوں نے لکھا ہے اور اس کے آخر میں ان کا نام بھی ہے تو اس سے تعین ہوتا ہے کہ اس متن کی تصحیح و ترتیب اُنھوں نے کی ہے۔ ان میں سے ''انتخابِ ناسخ''، ''انتخابِ مضامینِ شبلی''، ''انتخابِ سودا'' اور ''گذشتہ لکھنؤ'' صرف اس ذیل میں آ سکتی ہیں کہ ان کے شروع میں جو ''تعارف'' ہے اسے مقدمہ کہہ سکیں باقی تمام چار صفحے کے تعارف کے ساتھ ہیں۔ ان کو چاہے خود رشید حسن خاں مقدمہ کہیں تو نہیں مانا جا سکتا کیونکہ کتاب کے کوائف درج کرتے ہوئے معروضیت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے ساتھ ''تعارف اور تصحیح و ترتیب'' لکھا جائے جو ان کتابوں پر درج ہے۔

مکتبہ جامعہ کے لیے رشید حسن خاں نے جو کتابیں مرتب کیں اُن کے بارے میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''خاں صاحب نے ابتدائی زمانے میں مکتبہ جامعہ دہلی کے ایما پر بی اے اور ایم اے اردو کے طلبہ کے لیے کلاسیکی ادب کی نو (۹) کتابیں مرتب کی تھیں۔ افسوس ہے کہ ان میں سے بیشتر ایک ہی بار مکتبہ جامعہ سے چھپ کر عنقا ہو گئیں''۔ [۱]

اس اقتباس میں ان کتابوں کے بارے میں ہاشمی صاحب نے دو باتیں کی ہیں ایک یہ کہ ان کی تعداد ۹ ہے اور دوسرا یہ کہ ان میں سے بیشتر ایک ہی بار شائع ہوئیں ۔ یہ دونوں بیانات درست نہیں ہیں ۔ مکتبہ جامعہ کے لیے رشید حسن خاں نے ۱۳ کتابیں مرتب کیں اور ان کتابوں کے ۲۰۱۰ء تک کم از کم تین تین سے زیادہ ایڈیشن چھپ چکے تھے اور بیشتر کے اس سے بھی زیادہ۔ مکتبہ جامعہ کے تحت رشید حسن خاں کی جتنی کتابیں شائع ہوئیں ان کی تعداد ۱۳ بتائی جاتی ہے ۔ ان کے عنوانات اور سالِ اشاعت میں بھی اختلافات ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ متعدد بار شائع ہو چکی ہیں اور یکجا کسی کے پاس شاید موجود نہیں ۔ ڈاکٹر شمس بدایونی اس سلسلے کی آٹھ کتابوں کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''خاں صاحب نے ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ۳۲ کتابیں تالیف کیں ۔ ۱۳ کتابیں مکتبۂ جامعہ دہلی کے لیے ترتیب دیں جن میں سے چند دستیاب نہیں ہوسکیں ۔ مطبوعہ کتب کے اسماسنین ومقامِ اشاعت حسبِ ذیل ہیں :

باغ و بہار (دہلی ۱۹۶۴ء)، مقدمہ شعر و شاعری (دہلی ۱۹۶۹ء)، انتخابِ نظیر اکبر آبادی (دہلی ۱۹۷۰ء)، انتخاب شبلی (دہلی ۱۹۷۱ء)، انتخاب مراثی انیس و دبیر (۱۹۷۱ء)، دیوان خواجہ میر درد (دہلی ۱۹۷۱ء) ، انتخابِ سودا (دہلی ۱۹۷۲ء) ، انتخابِ ناسخ (دہلی ۱۹۷۲ء)''۔ ۲

ڈاکٹر گیان چند مکتبہ جامعہ کے رسالے ماہنامہ ''کتاب نما'' کے کسی شمارے کی بنیاد پر لکھتے ہیں :

''کتاب نما' کی ایک حالیہ فہرست کے مطابق رشید حسن خاں نے اس سلسلے کے لیے ذیل کی کتابیں تیار کیں :

باغ و بہا، سحرالبیان ، گلزارنسیم ، انتخابِ ناسخ ، موازنہ انیس و دبیر، حیاتِ سعدی، انتخاب مضامین شبلی، دیوانِ درد، مقدمہ شعروشاعری ، میرے پاس ان میں سے کچھ کتابیں ہیں ۔ بقیہ نہیں''۔ ۳

ان دونوں اقتباسات میں مندرج کتب کو ملا کر یہ تعداد ۱۲ بن جاتی ہے ایک تیسری کتاب اس سلسلے کی ''گذشتہ لکھنؤ'' ہے ۔ اس کا ذکر خود رشید حسن خاں نے اپنے ایک انٹرویو میں کیا ہے وہ کہتے ہیں :

''پھر میں نے شرر لکھنوی کی کتاب ''گذشتہ لکھنؤ'' مرتب کی جس پر میں نے مقدمہ لکھا''۔ ۴

اس طرح مکتبہ جامعہ سے چھپنے والی رشید حسن خاں کی مرتبہ ۱۳ کتابیں بنتی ہیں ۔ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے اس سلسلے کی ۹ کتابوں کو اس دعوے کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ پہلے ایڈیشن ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے ۔ اسی طرح رفاقت علی شاہد نے گیارہ کا اندراج کیا ہے اور ان میں سے تین کا سالِ اشاعت نہیں لکھا ۔

رشید حسن خاں کی پہلی تالیف ''باغ و بہار'' ہے جو ۱۹۶۴ء میں مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی سے شائع ہوئی ۔ اس کی اب تک کی آخری اشاعت میں بھی اُن کا پیش لفظ موجود ہے جس پر ۲۰ ۔ اگست ۱۹۶۴ء کی تاریخ درج ہے ۔ اس میں رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''مکتبہ جامعہ نے اُردو کی معیاری کتابوں کے سستے ایڈیشن پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے، یہ کتاب اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے''۔ ۵

گویا اس سلسلے کی پہلی کڑی ہی اُن کی پہلی کتاب بھی ہے۔ اس سے پہلے شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی کے لیے جو کام انھوں نے کیے وہ ان کے نام سے شائع نہیں ہوئے اور افراتفری میں وہ کام کیے جانے کی وجہ سے اچھے بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے رشید حسن خاں ان سے بریّت کا اظہار کرتے ہیں۔ مکتبہ جامعہ کے اس سلسلے کی دوسری کتاب جو انھوں نے مرتب کی وہ مثنوی ''گلزارِ نسیم'' تھی اور تیسری مثنوی ''سحرالبیان'' جو اگست ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔ رشید حسن خاں اس تیسری کتاب مثنوی ''سحرالبیان'' کے ''پیش لفظ'' میں لکھتے ہیں:

''یہ اس سلسلے کی تیسری کتاب ہے۔ اس سے پہلے میر امن کے نثری شاہکار باغ و بہار اور دیا شنکر نسیم کی بے مثل مثنوی گلزارِ نسیم کو پیش کیا گیا تھا''۔[۶]

مکتبہ جامعہ کی اس سیریز میں سے ''گلزارِ نسیم'' اور ''سحرالبیان'' کا ذکر رشید حسن خاں کی کتابوں کی فہرستوں میں نہیں آیا سوائے ڈاکٹر گیان چند کے، انھوں نے بھی صرف نام لکھے ہیں سالِ اشاعت نہیں لکھا۔ اس طرح اب یہ تعین ہو جاتا ہے کہ اگست ۱۹۶۶ء میں ''مثنوی سحرالبیان'' شائع ہوئی اور اس سے پہلے ''گلزارِ نسیم شائع ہو چکی تھی تو اس کا سالِ اشاعت ۱۹۶۵ء ہونا چاہیے۔ رشید حسن خاں ۲۴۔ نومبر ۱۹۶۵ء کے خط میں ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو کو لکھتے ہیں:

''دونوں کتابیں بھی خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ اور اس سلسلے میں بھی ایک زحمت دینا چاہتا ہوں: یہ مکتبہ جامعہ کا سلسلہ ہے''۔[۷]

یعنی پہلی کتاب ''باغ و بہار'' مطبوعہ ۱۹۶۴ء اور دوسری ''مثنوی گلزارِ نسیم'' ہی ہو سکتی ہے جو ۱۹۶۵ء میں چھپی۔ اس طرح مکتبۂ جامعہ کی معیاری ادب سیریز کے تحت رشید حسن خاں نے کل تیرہ[۸] کتابیں مرتب کی تھیں۔

مکتبہ جامعہ کی اس معیاری ادب سیریز کے سلسلے میں ایک اور وضاحت۔ عبداللہ ولی بخش قادری لکھتے ہیں کہ:

''خاں صاحب نے مکتبۂ جامعہ کے لیے 'باغ و بہار' مرتب کی۔ انھوں نے اپنے مختصر پیش لفظ میں لکھا ہے کہ ''مکتبۂ جامعہ نے اردو کی معیاری کتابوں کے سستے اڈیشن پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ کتاب اِس سلسلے کی پہلی کڑی ہے''۔ (۲۰۔ اگست ۱۹۶۴ء)۔ یہ مکتبہ جامعہ کی طرف سے ایک مفید اور بروقت کام کرنے کی طرف پہلا قدم تھا اور میرے علم میں خاں صاحب کے وفورِ شوق کی پہلی بَرملا انگڑائی۔ اس وقت غلام ربّانی تاباں صاحب، مکتبہ جامعہ کے جنرل منیجر تھے۔ ان کی تگ و دو سے اس سلسلے میں حکومتِ جموں و کشمیر سے مالی اشتراک حاصل ہو گیا۔ انھوں نے اس کام کے لیے ایک مجلسِ ادارت تشکیل کی جس میں خاں صاحب کو بھی شامل کیا گیا۔ تاباں صاحب نے اس مجلس کے تحت شائع ہونے والی پہلی کتاب کے اندر اپنے حرفِ آغاز میں تحریر فرمایا: ''مکتبہ جامعہ نے حکومتِ جموں و کشمیر کے تعاون سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہے جس کے تحت قدیم معیاری کتابیں صحتِ متن اور حُسنِ طباعت کے ساتھ پیش کی جائیں گی۔ ان کتابوں کا متن بہت اہتمام کے ساتھ تیار کیا جائے گا۔ جو اس کتاب کے معتبر ترین نسخے پر مبنی ہو گا۔ صحتِ متن کے ساتھ ساتھ صحتِ املا کا بھی بہ طور خاص لحاظ رکھا جائے گا''۔ تاباں صاحب کے اِن الفاظ میں خاں صاحب کے دل کی آواز صاف سنی جا سکتی ہے۔ یہ پہلی کتاب مقدمۂ شعر و شاعری ہے جسے خاں

صاحب نے ہی مرتب کیا ہے جو کہ ستمبر ۱۹۶۹ء میں منظر عام پر آئی۔ اب تک اس سلسلہ معیاری ادب، کی چونتیس کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں تیرہ کی مشاطگی خاں صاحب نے کی ہے۔ اس ضمن میں کسی اور نے اس قدر دستِ تعاون دراز نہیں کیا''۔ ۹

عبداللہ ولی بخش قادری کے اس طویل اقتباس سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ مکتبہ جامعہ سے معیاری کتابوں کے سستے ایڈیشن کی سیریز کے تحت پہلی کتاب ''باغ و بہار'' شائع ہوئی جسے رشید حسن خاں نے مرتب کیا تھا۔ یہ اس سیریز ہی کی نہیں رشید حسن خاں کی بھی پہلی کتاب ہے۔

۲۔ مکتبہ جامعہ کے جنرل منیجر غلام ربانی تاباں نے حکومتِ جموں و کشمیر سے مالی تعاون حاصل کیا۔

۳۔ غلام ربانی تاباں نے ایک مجلس ادارت تشکیل دی اور اس سیریز کی پہلی کتاب ''مقدمہ شعروشاعری'' جو رشید حسن خاں نے مرتب کی اس پر حرفِ آغاز لکھا جو رشید حسن خاں کے دل کی آواز تھی جس کا مقصد تھا کتابوں کو صحتِ متن اور صحتِ املا کے ساتھ مرتب کرنا۔

۴۔ اس سیریز کی ۳۴ کتابوں میں سے ۱۳ تنہا رشید حسن خاں نے مرتب کر کے دوسرے مرتبین کی نسبت بہت زیادہ تعاون کیا۔

ان باتوں سے ایک تو یہ الجھن پیدا ہوتی ہے کہ ''باغ و بہار'' بھی اس معیاری ادب سلسلے کی پہلی کڑی ہے اور ''مقدمہ شعروشاعری'' بھی۔ اس کی صحیح صورتِ حال یہ نظر آتی ہے کہ غلام ربانی تاباں چونکہ رشید حسن خاں کے دوست بھی تھے تو خاں صاحب نے انھیں معیاری ادب کے سلسلے کو شروع کرنے کا کہا ہوگا اور پہلی تین کتابیں بھی مرتب کر دی ہوں گی کیونکہ ان کے سرورق پر بھی ''معیاری ادب'' لکھا ہے۔ بعد میں کچھ عرصہ مالی مشکلات کی وجہ سے تعطل آیا ہو جس کا حل یہ نکالا ہو کہ حکومتِ جموں و کشمیر کا مالی تعاون حاصل کیا جائے۔ یہ تعاون مل جانے پر اب اس کا تقاضا تھا کہ جتنی رقم ان سے ملی ہے اس کا حساب کتاب رکھنے کے لیے اسی ''معیاری ادب'' پر نئے سرے سے باقاعدہ نمبر شمار لگا کر انھیں چھاپا جائے۔ کیونکہ رشید حسن خاں کی پہلی تین مرتبہ کتابوں اور پھر ''مقدمہ شعروشاعری'' کے کوائف میں ایک واضح فرق ہے۔ مثلاً پہلی کتاب ''باغ و بہار'' (۱۹۶۴ء) اور تیسری کتاب ''مثنوی سحرالبیان'' (۱۹۶۶ء) کے سرورق پر ''معیاری ادب'' تو لکھا ہے لیکن اس پر نمبر شمار کوئی نہیں جبکہ ''مقدمہ شعروشاعری'' کے اندرونی سرورق پر ''معیاری ادب ۱'' لکھا ہے۔ دوسرا یہ کہ پہلی تینوں کتابوں کے اندرونی سرورق پر کتاب کا نام پھر مصنف کا نام اور پھر ''مرتب'' کے لفظ کے بعد رشید حسن خاں کا نام ہے۔ جبکہ ''مقدمہ شعروشاعری'' میں بطورِ مرتب رشید حسن خاں کا نام کہیں درج نہیں۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ پہلی تینوں کتابوں میں رشید حسن خاں کے تحریر کردہ ابتدائی اوراق کا عنوان ''پیش لفظ'' ہے جبکہ بعد کی ساری کتابوں میں اس کا عنوان ''تعارف'' ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ غلام ربانی تاباں یا شاہد علی خاں کا ''حرف آغاز'' پہلی تینوں کتابوں میں شامل نہیں جبکہ بعد والی ساری کتابوں میں یہ ایک ہی عبارت ''حرف آغاز'' کے نام سے شامل ہے۔ اسی طرح ادارتی بورڈ بھی پہلی تینوں کتابوں میں شامل نہیں اور بعد والی ہر کتاب میں اس مجلس ادارت کے نام شامل ہیں۔ غرض یہ کہ مکتبہ جامعہ نے رشید حسن خاں کی تجویز اور مشورے پر ''معیاری ادب'' سیریز کا جو سلسلہ شروع کیا وہ ۱۹۶۶ء تک چلا اور اس سلسلے میں ابھی صرف رشید حسن خاں نے ہی تین کتابیں مرتب کی تھیں کہ ادارے کو مالی

مشکلات کا سامنا ہوا۔ پھر دو تین سال کے تعطل کے بعد مجلس ادارت تشکیل دے کر حکومتِ جموں وکشمیر کا تعاون حاصل کر کے نئے سرے سے اس کا آغاز کیا اور ۱۹۶۹ء میں پہلی کتاب کے طور پر''مقدمہ شعروشاعری'' مرتبہ رشید حسن خاں اور اسی طرح باقی لوگوں کی مرتبہ کتابوں کو چھاپا گیا۔

دوسری الجھن یہ ظاہر ہوتی ہے کہ عبداللہ ولی بخش قادری کے مطابق ''مقدمہ شعروشاعری'' میں ''حرف آغاز'' غلام ربانی تاباں نے لکھا۔ اب اس سلسلے کی ساری کتابوں میں یہ پورا ''حرفِ آغاز'' مکتبہ جامعہ کے جنرل منیجر شاہد علی خاں کے نام سے شامل ہوتا آ رہا ہے۔''مقدمہ شعروشاعری'' کا پہلا ایڈیشن سامنے نہیں لیکن اندازہ یہی ہوتا ہے کہ یا تو اسی دوران مکتبہ جامعہ کی انتظامیہ بدل گئی اور اس منصوبے کو آغاز ہی سے شاہد علی خاں نے سنبھال لیا یا پھر اگر یہ بعد میں بھی آئے ہوں تو انھوں نے آئندہ کتابوں کے دوسرے ایڈیشنوں پر''حرفِ آغاز'' کی اسی عبارت پر غلام ربانی تاباں کی جگہ اپنا نام درج کر دیا ہو۔

رشید حسن خاں کی بعض کتابیں ایک سے زیادہ بار زیورِ طبع سے آراستہ ہوئیں اور ان میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جن پر انھوں نے نظرِ ثانی کی یا ان میں کچھ ترامیم اور اضافے کیے۔ اب ضروری ہو جاتا ہے کہ اُن کی آخری نظرِ ثانی یا ترمیم و اضافہ کی ہوئی کتابوں ہی کو پیشِ نظر رکھا جائے ورنہ غلط نگاری اور غلط فہمی ہوتی رہے گی اور نتائجِ تحقیق بھی غلط برآمد ہوں گے۔ اس بات کا لحاظ رکھنا نہ صرف اصولِ تحقیق کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے بلکہ خود ان کتابوں کے مصنف کے لکھے کا احترام کرنا بھی ہے۔

رشید حسن خاں کی کتاب ''اُردو املا'' پہلی بار ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ چونکہ املا کے موضوع پر تھی اس لیے اس کی کتابت اور پروف ریڈنگ میں انھوں نے بہت احتیاط کی تھی۔ رشید حسن خاں اپنی ساری کتابوں میں اس ذمہ داری کا بہت لحاظ رکھتے تھے اور غالباً اُن کی اس احتیاط پسندی یا خود اُن کی ہدایت پر ان کی کتابیں جس بھی اشاعتی ادارے نے چھاپیں، کوشش کی کہ ان کی نئے سرے سے کمپوزنگ یا کتابت نہ کرائی جائے کہ پروف پڑھنے میں پھر اتنی ہی محنت کرنا پڑے گی۔ بعض ضروری اور معمولی ترامیم کو وہ اگلے ایڈیشن میں درست کر دیتے یا اُس کی وضاحت کر دیتے۔ اس سے ایک بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ ان کی بیشتر کتابوں کا متن منشائے مصنف کے مطابق ہی رہا لیکن بعض میں انھوں نے نظرِ ثانی کی اور پوری کتاب کی یا اس کے کسی حصے کی دوبارہ کتابت بھی کروائی لیکن ''اُردو املا'' کی پاک و ہند کی جتنی اشاعتیں اب تک منظرِ عام پر آئی ہیں وہ تمام پہلی اشاعت کے عکسی ایڈیشن ہی ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت کے پیشِ نظر انجمنِ ترقی اُردو کراچی نے اس کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد اسے اپنے سہ ماہی رسالے''اردو''(کراچی) میں چھاپنا چاہا تو رشید حسن خاں نے اسے از سرِ نو مرتب کیا۔ وہ اپنے خط میں ۲۵۔ اپریل ۱۹۸۵ء کو ڈاکٹر ممتاز احمد خاں کو لکھتے ہیں:

> ''میری کتاب''اُردو املا'' کو انجمن ترقی اُردو کراچی بالاقساط اپنے رسالے''اُردو'' میں چھاپے گی۔ پہلی قسط چھپ بھی گئی ہے۔ اُن کے لیے میں نے اس کتاب کو از سرِ نو لکھا ہے اور سارے مباحث کو نئے انداز سے مرتب کیا ہے۔ مباحث وہی ہیں، ترتیب و تفصیل بدل گئی ہے''۔[۱۰]

سہ ماہی''اُردو'' کراچی جلد: ۲۰، شمارہ: ۴، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۴ء سے لے کر جلد: ۶۳، شمارہ ۲، اپریل تا جون ۱۹۸۷ء تک''اُردو املا کے چند اہم مسائل'' کے عنوان سے رشید حسن خاں کے مضامین کے اس سلسلے کی آٹھ قسطیں شائع ہوئی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پوری کتاب اس رسالے میں قسط وار شائع نہیں ہوسکی بلکہ اس کے کچھ حصے ہی شائع ہوئے لیکن انھوں

نے اگر اس پوری ''کتاب کو از سرِ نو لکھا''، تو اب ضرورت ہے کہ اگلی اشاعتیں اُس کے مطابق ہوں یا کم از کم نئے ایڈیشن میں متعلقہ حِصّوں کو رسالہ ''اُردو'' کے مطابق کر لیا جائے۔

رشید حسن خاں کی ایک کتاب ''اُردو کیسے لکھیں (صحیح املا)'' ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ طالب علموں کے لیے ''اُردو املا'' کی ایک تلخیص خود انھوں نے کی اور چھپی۔ اس کے بعد ایک کتاب ''عبارت کیسے لکھیں'' ۱۹۹۴ء میں شائع ہوئی۔ رشید حسن خاں ۱۰۔ستمبر ۱۹۹۶ء کے خط میں ڈاکٹر ٹی آر۔ رینا کو لکھتے ہیں:

> ''میری دو نئی کتابیں ''انشاء اور تلفظ'' اور ''عبارت کیسے لکھیں'' مکتبہ جامعہ نے چھاپی ہیں۔ اُن کو ضرور دیکھو۔ ''اردو کیسے لکھیں'' اب پرانی ہو گئی۔ ''عبارت کیسے لکھیں'' اُس کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ طلبہ کے لیے اب اسی کی سفارش کرنا چاہیے''۔ [۱۱]

اسی کتاب کے بارے میں ۱۷۔مئی ۲۰۰۴ء کے خط میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو لکھتے ہیں:

> ''اردو کیسے لکھیں' (''لکھیّں'' نہیں) کی ترقی یافتہ شکل ''عبارت کیسے لکھیں'' ہے۔ اسے بھی مکتبہ جامعہ نے چھاپا تھا کئی سال پہلے۔ اگر کوئی ناشر چھاپنا چاہے تو ''عبارت کیسے لکھیں'' کو ترجیح دی جانی چاہیے۔ اس کے آخر میں کئی سو الفاظ کی فہرست بھی شامل ہے''۔ [۱۲]

رشید حسن خاں کے ان بیانات کی روشنی میں اب ان کی کتاب ''اُردو کیسے لکھیں'' کی حیثیت تاریخی ہے اور اس کے بجائے ''عبارت کیسے لکھیں'' کو ترجیح حاصل رہے گی۔ اس سلسلے میں ایک بات اور بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے۔ رشید حسن خاں کی اس کتاب کو لاہور سے تخلیقات نے چھاپا اور اس کا عنوان یہ بنا دیا ''اُردو عبارت کیسے لکھیں''۔ رشید حسن خاں اسے دیکھ کر ۸۔جون ۲۰۰۵ء کے خط میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو لکھتے ہیں:

> ''مسعود احمد برکاتی صاحب نے ایک کتاب بھیجی۔ کتاب میری، نام میرا رکھا ہوا نہیں۔ ''اردو عبارت کیسے لکھیں''، یعنی اُردو کا لفظ بڑھا کر میری جہالت کی نہایت عمدہ مثال فراہم کر دی گئی۔ تخلیقات مزنگ لاہور نے چھاپی ہے۔ اور معلوم نہیں کس نے کیا چھاپا ہے۔ اتنی بھی خوش اخلاقی نہیں کہ ایک نسخہ ہی بھیج دیں''۔ [۱۳]

تخلیقات نے یہ کتاب ۲۰۰۴ء میں چھاپی تھی ''اردو عبارت کیسے لکھیں'' کے عنوان کو برقرار رکھتے ہوئے ۲۰۱۰ء میں پھر انھوں نے چھاپ دی ہے۔ رشید حسن خاں نے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو پاکستان میں اپنی کتابوں کے حقوق اشاعت دیے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں انھوں نے تخلیقات والوں سے کم از کم عنوان درست کرنے کی ''درخواست'' کی ہے یا نہیں۔ رشید حسن خاں کی طلبہ کے لیے ایسی کتابوں کو پاکستان میں بھی چھاپا گیا ہے۔ یقیناً بہتوں نے کسی اجازت کے بغیر ہی چھاپا ہو گا لیکن ''اُردو کیسے لکھیں'' کی تو صورت بھی مسخ ہوئی عنوان، متن اور اس کا مصنف بھی کوئی دوسرا بن گیا ہے۔ اس کا ذکر بھی آئندہ ہو گا۔

رشید حسن خاں کی ایک کتاب ''انتخاب ناسخ'' مکتبہ جامعہ سے ۱۹۷۲ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ بعد میں اس کے مقدمے میں بعض تبدیلیاں رشید حسن خاں نے کیں اور اپنا ایک مضمون ''معراج نامۂ ناسخ'' (مطبوعہ: سہ ماہی ''اُردو'' کراچی، جلد: ۴۴، شمارہ ۳، جولائی تا ستمبر ۱۹۶۸) ان دونوں کو نئی کتابت سے اور کلام ناسخ کے متن کی اُسی پرانی کتابت کو برقرار رکھتے

ہوئے مرتب کیا جو'' انتخابِ کلام ناسخ'' کے عنوان سے انجمن ترقی اُردو کراچی نے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا۔ اب آئندہ انجمن کراچی کی اسی اشاعت کو ترجیح حاصل رہے گی اور رشید حسن خاں کی کتابوں میں بھی اسے دو الگ الگ کتابیں نہیں کہا جانا چاہیے۔ اسی طرح رشید حسن خاں نے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی ایک غیر مطبوعہ کتاب کو'' انشائے غالب'' کے نام سے مرتب کیا تھا جو مکتبہ جامعہ سے پہلی بار ۱۹۹۴ء میں شائع ہوئی بعد میں انھیں اس سلسلے کا کچھ مواد دستیاب ہوا جس کی بنیاد پر اس کتاب پر نظر ثانی کرنا ضروری ہو گیا۔ انھوں نے'' انشائے غالب کا خطّی نسخہ'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جو مجلّہ'' غالب نامہ'' (نئی دہلی کے جلد: ۱۷، شمارہ: ۱، جنوری ۱۹۹۸ء) میں شائع ہوا۔ پھر ان نئی معلومات کی بنیاد پر اس کے مقدمے کو انھوں نے نئے سرے سے لکھا اور یہ کتاب'' نظر ثانی اور اضافوں کے ساتھ'' پاکستان سے پہلی بار، ادارہ یادگار غالب، کراچی سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کے'' عرض مرتب'' کے آخر میں رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> ''معلومات کی کمی کی وجہ سے اس مقدمے میں بعض امور کی صحیح طور پر نشان دہی نہیں ہو سکی تھی۔ اب ادارۂ یادگارِ غالب (کراچی) کے اربابِ حل وعقد کی عنایت سے مجھے یہ موقع ملا کہ نئی معلومات کی روشنی میں اس کا مقدمہ از سرِ نو لکھوں اور اس طرح اس مجموعے کو بہتر طور پر اور مکمل طور پر پیش کر سکوں۔ اس طرح پچھلی اشاعت (مکتبہ جامعہ نئی دہلی ۱۹۹۴ء) کی عرض مرتب میں اور مالک رام صاحب کے مقدمے میں جو غلطیاں راہ پا گئی تھیں، ان کی مکمل طور پر تصحیح کی جا سکے''۔[۱۴]

اس صورت میں اب یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ'' انشائے غالب'' کی صرف اس پاکستانی اشاعت کو حوالے کے لیے کام میں لایا جائے کہ یہ اس کا دوسرا ایڈیشن ہے نظر ثانی شدہ اور اضافوں کے ساتھ۔ رشید حسن خاں کے علمی سرمائے کا ایک حِصّہ وہ ہے جو ان کے نام سے نہیں چھپا لیکن کیا ہوا اُنھی کا ہے یا اس کا بڑا حِصّہ انھوں نے چار و ناچار ترتیب دیا۔ دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے وابستہ ہونے کے بعد اُن سے جو کام کروائے گئے۔ ان میں'' تذکرہ سرور''، '' دیوان بقا''، '' گنجِ خوبی'' اور شعبہ کے مجلّے'' اُردوئے معلیٰ'' کے چند خاص نمبر قابل ذکر ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی پر اُن کا نام نہیں ہے۔ خود رشید حسن خاں نے '' گنجِ خوبی'' اور'' اُردوئے معلیٰ'' کے علاوہ پہلی دونوں کتابوں کو زیادہ دلچسپی سے مرتب نہیں کیا اور نہ انھیں معیاری انداز سے مرتب کرنے کا وقت دیا گیا۔ اس لے وہ خود بھی ان سے بریّت کا اظہار کرتے ہیں۔

رشید حسن خاں کے علمی سرمایے کے تذکرے میں یہ بات ضرور کرنے کی ہے کہ ایک کام انھوں نے کیا ہی نہیں لیکن وہ ان کے نام سے چھپ گیا یعنی غلط طور پر ان سے منسوب کر دیا گیا۔ رشید حسن خاں دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو سے وابستہ تھے۔ غالب کے صد سالہ برسی کی مناسبت سے شعبۂ اُردو نے'' اشاریۂ کلام غالب'' فروری ۱۹۷۰ء میں شائع کی۔ اس میں غالب کی فارسی تراکیب کو الف بائی ترتیب سے درج کر کے متعلقہ مصرع لکھا گیا ہے۔ اُردو اور فارسی کلام سے ان تراکیب کے دو حِصّے بنائے گئے ہیں۔ اس کے سرورق پر کسی مرتب کا نام درج نہیں۔ ایک صفحے کے'' پیش لفظ'' میں صدر شعبۂ اُردو خواجہ احمد فاروقی لکھتے ہیں:

> ''غالب کے جشن صد سالہ کے موقع پر شعبۂ اُردو دہلی یونی ورسٹی نے مطبوعات کا جو سلسلہ شروع کیا ہے۔ ان میں'' اشاریۂ کلام غالب'' کی حیثیت کتاب الاستاد کی ہے جس کو رفقائے کار جناب رشید حسن خاں،

آنسہ فرحت فاطمہ اور جناب محمد یعقوب نے مل کر ترتیب دیا ہے''۔۱۵

اس کے بعد ''اشاریۂ کلام غالب'' ہی کے عنوان سے چار صفحے کی ایک تحریر ہے جس میں اس کتاب کی اہمیت اور طریق کار کی وضاحت کی گئی ہے اور اس کے آخر میں مذکورہ مرتبین کے ناموں کی ترتیب اس طرح درج ہے۔ ''فرحت فاطمہ، محمد یعقوب، رشید حسن'' فرحت فاطمہ، خواجہ احمد فاروقی کی بیٹی ہیں اور شعبہ اُردو سے وابستہ تھیں۔ رشید حسن خاں ۱۳۔ مارچ ۲۰۰۱ء کے خط میں اسلم محمود کو اس کتاب کی حقیقت یوں بتاتے ہیں:

> ''اشاریۂ کلام غالب نام کی میری کوئی کتاب نہیں۔ خواجہ فاروقی صاحب نے اپنی بیٹی کو کسی کام میں شامل کرنے کے لیے اِس کتاب کو مرتب کرلیا تھا۔ یعقوب صاحب تھے ایک ریسرچ اسسٹنٹ، وہ تھے اور اُن کی صاحب زادی۔ انھی دونوں نے یہ کام کیا تھا۔
>
> خواجہ صاحب نے یہ کیا کہ چھپتے وقت میرے علم کے بغیر نیچے میرا نام بھی لکھ دیا۔ کیا کرسکتا تھا۔ بہ ہرطور یہ کتاب شعبے کی طرف سے چھپی تھی۔ میرے پاس یہ نہیں، میں نے اسے اس قابل ہی نہیں سمجھا تھا کہ اپنے پاس رکھتا''۔۱۶

رشید حسن خاں نے اس کتاب کے بارے میں مزید ایک خط میں وضاحت کی ہے وہ ۲۔ اگست ۲۰۰۱ء کو ظفر احمد صدیقی کو لکھتے ہیں:

> ''جس کتاب کا نام آپ نے پوچھا ہے، اُس کا نام ہے: اشاریۂ کلام غالب۔ یہ عرض کردوں کہ یہ مرحوم فاروقی صاحب کا کرایا ہوا کام تھا اور اُن کے کرائے ہوئے سارے کام ساقط المعیار ہیں، یہ بھی ویسا ہی ہے۔ انھوں نے صدر کی طاقت سے کام لے کر آخر میں میرا نام بھی دو دوسرے ناموں کے ساتھ لکھ دیا تھا اور میں اسے روک نہیں سکتا تھا، مگر میرا حصّہ دور کا جلوہ ہے اور بس۔ اس کے اندراجات سے میں ذرا بھی مطمئن نہیں اور نہ مآخذ سے۔ ہاں یہ خواہش ضرور تھی کہ اس کام کو میں اپنے انداز سے کرسکتا۔ کبھی کروں گا ضرور، مگر وہ کبھی کب آئے گا، یہ معلوم نہیں''۔۱۷

بعد میں انھوں نے یہ کام اپنے انداز سے مکمل کرلیا تھا اور ''گنجینۂ معنی کا طلسم'' کے عنوان سے اشاعت کے لیے انجمن ترقی اُردو ہند نئی دہلی کو اس کا مسودا بھجوا دیا تھا، جو ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ دہلی یونیورسٹی کے صدرِ شعبۂ اُردو خواجہ احمد فاروقی سے رشید حسن خاں کی پٹری نہیں بیٹھتی تھی۔ خواجہ صاحب نے بطور ریسرچ اسسٹنٹ رشید حسن خاں کو شعبے میں لیا، ان سے بہت کام کروائے لیکن بطور معاون مرتب بھی کبھی اُن کا نام کسی کتاب پر دینا گوارا نہ کیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ''اشاریۂ کلام غالب'' پر ان کا نام بھی دے دیا گیا۔ خواجہ صاحب یونیورسٹی انتظامیہ کو جواب دہی کے لیے اس کتاب پر رشید حسن خاں کا نام دینے کے لیے مجبور ہوئے ہوں گے کہ یہ ریسرچ اسسٹنٹ ہیں تو اب تک انھوں کیا کیا ہے۔ خواجہ صاحب کی ناگواری اس بات سے ظاہر ہو رہی ہے کہ رشید حسن خاں کا پورا نام درج نہیں اور پھر یہ کہ ان کے جونیئر ز کے بعد سب سے آخر میں رکھا۔

رشید حسن خاں کے نام سے ایک اور کتاب ''غالب فکروفن'' کے عنوان سے غالب اکیڈمی کراچی سے ۱۹۸۷ء میں

شائع ہوئی ۔ یہ مرتبہ کتاب ہے جس پر کوئی دیباچہ یا پیش لفظ نہیں ہے ۔اس میں غالب کے متعلق پانچ مختلف لوگوں کے مضامین ہیں ۔صفحہ ۷ پر انتساب ہے۔ڈاکٹر نورالحسن انصاری ۱۷ے اور شاہد ماہلی کے نام اور ان کے نیچے رشید حسن خاں کے جعلی دستخط ہیں ۔ پاکستان میں عموماً رشید حسن خاں کے نام میں خاں کو پورے نون کے ساتھ'' خان'' لکھا جاتا ہے۔اس کتاب کے سرورق پر بھی اُن کے نام کے ساتھ'' خان'' ہی لکھا ہے اور دستخطوں کے عکس میں بھی، جبکہ رشید حسن خاں نے ہمیشہ'' خاں'' لکھا ہے ۔ رشید حسن خاں ۱۱۔ جولائی ۲۰۰۰ءکو ڈاکٹر خلیق انجم کے نام اپنے لکھ میں لکھتے ہیں :

'' ہماری زبان کے لیے ایک تحریر بھیج رہاہوں ۔ ساتھ میں وہ جعلی کتاب بھی اسے لائبریری میں محفوظ کرا دیجیے''۔۱۸ے

رشید حسن خاں نے انھیں جومختصر تحریر بھجوائی وہ'' غالب فکر وفن (جعل سازی کا ایک نمونہ)'' کے عنوان سے'' ہماری زبان'' نئی دہلی کے ۸ تا ۱۴۔ اگست ۲۰۰۰ء کے شمارے میں شائع ہوئی ۔ رشید حسن خاں کی توجہ دو تین لوگوں نے اس طرف دلائی تھی کہ آپ کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے آپ تصدیق کیجیے کہ یہ آپ ہی کی کتاب ہے۔لیکن وہ مصروفیات کے باعث دھیان نہ دے سکے۔ بالآ خر ڈاکٹر انصاراللہ نظر کی کتاب'' غالب ببلیو گرافی'' کی جدید اشاعت ۱۹۹۸ء میں سامنے آئی تو اُس میں انھوں نے خود اس کتاب کواپنے نام سے منسوب دیکھا پھر کسی کرم فرما کی وضاحت طلبی پر انھوں نے اس کی وضاحت کرنا ضروری خیال کیا کہ یہ غلط فہمی پھیل رہی ہے ۔'' ہماری زبان'' میں مطبوعہ رشید حسن خاں کی اس مختصر تحریر سے ضروری اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''پچھلے مہینے میرے ایک کرم فرما نے دریافت کیا ہے کہ آپ نے اپنی مرتبہ کتاب' غالب فکر وفن' میں مقدمے یا پیش لفظ کے نام سے کچھ نہیں لکھا ۔ یہ معلوم ہی نہیں ہو پاتا کہ آخر آپ نے اس کتاب کو مرتب کیوں کیا۔ اس میں پانچ مضامین غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی کے رسالے'' غالب نامہ'' میں چھپ چکے ہیں ۔ آخر ان مضامین کو کتاب میں جمع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ۔ ان میں ایک مضمون بھی ایسا نہیں جس میں کوئی ایسی بات لکھی گئی ہو جسے انکشاف یا دریافت کہا جا سکے ۔ان میں وہی باتیں لکھی ہیں جو پہلے لکھی جا چکی ہیں ۔آپ پیش لفظ کے نام سے ایک صفحہ تو لکھ ہی سکتے تھے ۔اس کتاب میں ساتویں صفحے پر'' انتساب'' ہے، اُس کے نیچے آپ کے دستخط ہیں ۔ یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ یہ آپ ہی کے دستخط ہیں؟ میں نے اپنے کرم فرما کے خط کے جواب میں جو کچھ لکھا، اس کا خلاصہ اس تحریر میں درج کر رہا ہوں۔اس خیال سے کہ اس تحریر کی حیثیت'' اعلانِ عام'' کی ہو جائے اور آیندہ کسی طرح کی غلط فہمی نہ پیدا ہو..... یہ میرا فرض تھا کہ میں اسی زمانے میں اس کی وضاحت کر دیتا کہ یہ نری جعل سازی ہے، اس کتاب سے میرا کچھ تعلق نہیں ۔مگر ایسا نہیں ہو سکا ، یوں کہ دوسرے ضروری کاموں میں ایسا الجھا کہ یہ بات ذہن سے نکل گئی ۔ غالب انسٹی ٹیوٹ نے ۱۹۹۸ء میں'' غالب ببلیوگرافی'' نام کی کتاب چھاپی ہے، اس میں صفحہ ۳۹ پر اس کتاب کا بھی اندراج ہے میرے نام سے یعنی اس پر مہر بھی لگ گئی ۔ اب جو میرے ان کرم فرما کا خط آیا تو میں نے ضروری سمجھا کہ صورت حال کی وضاحت کر دی جائے تا کہ غلط فہمی کے لیے مزید گنجائش نہ

پیدا ہو اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس کتاب سے میرا کچھ واسطہ نہیں، کوئی تعلق نہیں ۔ کسی نے غالباً تجارتی مفاد کی خاطر یہ جعل بنایا تھا۔ اس پر جو میرے دستخط بنے ہوئے ہیں وہ بھی جعلی ہیں''۔ ۱۹

رشید حسن خاں کی تحریر کے اس اقتباس سے بات صاف ہو جاتی ہے ۔ انھوں نے اپنا فرض پورا کرتے ہوئے خود سے غلط طور پر منسوب اس کتاب کی جعل سازی پر صاد بھی کر دیا اور آئندہ سے غلط فہمی پھیلنے کا تدارک بھی کر دیا لیکن شاید اس وضاحت کی تکرار کی ضرورت مسلسل رہے گی۔ اس کتاب کو دیکھنے والے یا اس پہلو پر لکھنے والے کون سا رشید حسن خاں کی ساری تحریروں کو سامنے رکھیں گے اور یہ بھی ہے کہ یہ وضاحت ان کے کسی مجموعے کی زینت بھی ابھی تک نہیں بنی یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر سہیل عباس خان نے رشید حسن خاں کی وفات پر انھیں خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ایک کالم لکھا جو روز نامہ ''جنگ'' ملتان میں ۳۰ ۔ جون ۲۰۰۶ء کو شائع ہوا۔ اس میں انھوں نے ''اشاریۂ کلامِ غالب'' اور ''غالب فکر وفن'' کو رشید حسن خاں کی کتابیں سمجھتے ہوئے انھیں دادِ تحسین سے نوازا۔

رشید حسن خاں سے غلط طور پر منسوب دو اور کتابوں کا ذکر کرنا بھی یہاں ضروری ہے ۔ ان کتابوں کے نام یہ ہیں : ''اُردو تحقیق اور مالک رام'' اور ''متعلقاتِ تحقیق'' ۔ یہ دونوں کتابیں رشید حسن خاں کی کتابوں کی کسی فہرست میں شامل نہیں ہیں لیکن دو ماخذ میں ان کو رشید حسن خاں سے منسوب کیا گیا ہے ۔ جاوید رحمانی لکھتے ہیں :

> ''رشید حسن خاں نے ادبی دنگل میں زور آزمائی کے لیے فرضی ناموں کا بھی سہارا لیا، مثلاً وہ مالک رام کو پسند نہیں کرتے تھے اور ایک پوری کتاب مالک رام کے خلاف فرضی نام سے شائع کر دی، لیکن بہت جلد پتا چل گیا کہ ''اُردو تحقیق اور مالک رام'' کے مرتب اعظمی صاحب کے پردے میں رشید حسن خاں ہیں''۔ ۲۰

جاوید رحمانی کا یہ بیان غیر محتاط ہے پہلی بات، جب وہ لکھتے ہیں کہ رشید حسن خاں نے 'فرضی ناموں' کا سہارا لیا تو اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ کم از کم رشید حسن خاں نے دو سے زیادہ کتابیں یا مضامین اور دو یا دو سے زیادہ مختلف فرضی ناموں سے چھپوائے جبکہ مثال میں وہ صرف ایک کتاب پیش کرتے ہیں ۔ دوسری بات یہ کہ جاوید رحمانی نے یہ پردہ کیسے چاک کیا اس کی طرف اشارہ نہیں ۔ امکانات سے کوئی چیز باہر نہیں ہوتی لیکن جب تک کوئی شاہد اعظمی صاحب اس بات کی تردید نہ کریں کہ یہ کتاب انھوں نے مرتب نہیں کی بلکہ خاں صاحب نے ان کا نام استعمال کیا یا پھر خود رشید حسن خاں کا اعتراف نہ مل جائے کہ دراصل یہ کتاب خود میں نے مرتب کی تھی تو یہ انتساب غلط ہی رہے گا۔ جاوید رحمانی نے ایسا کوئی حوالہ نہیں دیا ۔ انھوں نے جس سے زبانی یہ بات سنی ہو گی ان کا بھی نام نہیں لیا۔ یہ کتاب ۱۹۷۵ء میں ادارۂ تحقیق دہلی سے شائع ہوئی۔ اس میں بارہ مضامین ہیں اور یہ سارے مضامین اس سے پہلے مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں مقالہ نگاروں میں قاضی عبدالودود، امتیاز علی خاں عرشی، رشید حسن خاں، ڈاکٹر محمود الٰہی، ڈاکٹر گیان چند، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر قمر رئیس اور عتیق صدیقی جیسے نامور محققین کے نام شامل ہیں اور ان کے سارے مقالے علمی ہیں ذاتیات سے متعلق ایک بھی مقالہ نہیں ۔ سو ایسا تاثر دینا اور وہ بھی بغیر حوالے کے کہ مالک رام کو ناپسند کرنے کی وجہ سے رشید حسن خاں نے فرضی نام سے یہ کتاب مرتب کی احتیاط کے منافی ہے اور تنازعے کو بڑھاوا دینے کے برابر ہے۔

اب ایک دوسری منفرد اور مختلف مثال ڈاکٹر میاں مشتاق احمد کا ایک مضمون بہ عنوان ''رشید حسن خاں کا تحقیقی طریقہ کار'' نمل یونیورسٹی اسلام آباد کے مجلّہ ''تخلیقی ادب'' کے شمارہ ۴ میں شائع ہوا۔ ڈھنگ کی ایک بھی بات اس مضمون میں نہیں ہے۔ اس کے آخر میں موصوف لکھتے ہیں:

> ''رشید حسن خاں کے نزدیک ادبی تحقیق سائنس کی طرح ہے، غیر اطلاقی و تصوراتی ہوتی ہے۔ اس کا طریقہ بیش تر تاریخی اور کم تر تجزیاتی ہوتا ہے''۔۲۱

اس اقتباس کا حوالہ انھوں نے یہ دیا ہے۔'' رشید حسن خاں، متعلقاتِ تحقیق، ساہتیہ اکیڈمی، دہلی: ۱۹۹۴ء، ص:۵۲''۔ یہ گمراہ کن صورت ہے جو بجائے خود جُہل اور تن آسانی پر مبنی ہے۔ اس نام سے رشید حسن خاں کی کوئی کتاب کبھی شائع نہیں ہوئی جب کہ موصوف بڑے اہتمام سے ادارہ اشاعت، سالِ اشاعت اور صفحہ نمبر بھی درج کر رہے ہیں۔ دراصل رشید حسن خاں کی کتاب ''تلاش و تعبیر'' (۱۹۸۸ء) کے گرد پوش کے پیچھے پہلی بار خاں صاحب کی بعض کتابوں کے نام دو تین سطری تعارف کے ساتھ آئے۔ ان میں ان کی ایک زیرِ طبع کتاب کے بارے میں یہ درج ہے: ''متعلقاتِ تحقیق: ادبی تحقیق اور تدوین کے بعض اہم مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے اور اصولوں پر گفتگو کی گئی''۔ ایک صفحے کے مختصر تعارف پر مبنی یہ فہرست اور بھی دو ایک جگہ چھپی تھی۔ ممکن ہے رشید حسن خاں اپنے بعض مضامین کے مجموعے کو یہ نام دینا چاہتے ہوں لیکن بعد میں ایسے مضامین پر مشتمل کتاب ''تحقیق__ تدوین، روایت'' کے نام سے ۱۹۹۹ء میں چھپی۔ اس کے صفحہ ۵۲ کیا کسی بھی صفحے پر اور خاں صاحب کی کسی اور کتاب میں بھی ڈاکٹر مشتاق احمد کا نقل کردہ اقتباس نہیں ہے۔

رشید حسن خاں کے علمی سرمائے میں قابل قدر حِصّہ اُن کی تدوین کے وہ شاہکار ہیں جو انجمن ترقی اردو ہند دہلی سے شائع ہوئے۔ جن میں ''فسانہ عجائب'' (۱۹۹۰ء)، '' باغ و بہار'' (۱۹۹۲ء)، ''گلزارِ نسیم'' (۱۹۹۵ء)، '' مثنویاتِ شوق'' (۱۹۹۸ء)، ''سحرالبیان'' (۲۰۰۰ء)، ''مصطلحاتِ ٹھگی'' (۲۰۰۲ء)، '' زٹل نامہ'' (۲۰۰۳ء) شامل ہیں۔ ان کے علاوہ نیم تدوینی کتب '' ڈاکٹر نذیر احمد کی کہانی کچھ میری اور کچھ ان کی زبانی '' (۱۹۹۲ء)، اور '' دہلی کی آخری شمع'' (۱۹۹۲ء) بھی اہم ہیں۔ تحقیق اور اصول تحقیق و تدوین کے موضوع پر چند دیگر اہم کتابیں بھی ہیں جیسے'' زبان اور قواعد'' (۱۹۷۶ء)، '' کلاسیکی ادب کی فرہنگ'' (۲۰۰۳ء)، ''ادبی تحقیق: مسائل اور تجزیہ'' (۱۹۷۸ء)، ''تدوین۔ تحقیق۔ روایت'' (۱۹۹۹ء) اور ''املائے غالب'' (۲۰۰۰ء) تنقیدی مضامین کے دو مجموعے '' تلاش و تعبیر'' (۱۹۸۸ء) اور ''تفہیم'' (۱۹۹۳ء) اور خطوط کے دو مجموعے '' مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی (۲۰۰۹ء) اور '' رشید حسن خاں کے خطوط'' (۲۰۱۱ء) بھی ان کے علمی سرمائے کا قابل قدر حوالہ ہیں۔'' قطعے اور رباعیاں'' (۱۹۹۶ء) کے عنوان سے منتخب اُردو شعرا کا منتخب کلام اُردو سے ہندی ترجمہ بھی ان کے نام سے شائع ہوا جس کا حوالہ شاذ ہی کہیں آیا ہے۔ ان کے علاوہ کچھ نامکمل تحقیقی منصوبے بھی تھے جن میں سے ایک کو انھوں نے '' گنجینۂ معنی کا طلسم'' کے نام سے مکمل کر کے انجمن ترقی اُردو کو دے دیا تاھ جو ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ رشید حسن خاں کے علمی سرمائے کا ایک بڑا حصہ ان کے غیر مدوّن مضامین کی صورت میں موجود ہے جو ابھی ترتیب و اشاعت کا منتظر ہے۔

حواشی:

۱۔ ہاشمی، ڈاکٹر رفیع الدین، ''دیباچہ''، مشمولہ؛ انشا اور تلفظ، از رشید حسن خاں، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۲

۲۔ شمس بدایونی، ڈاکٹر، رشید حسن خاں کی یاد میں''، مشمولہ؛ ہفت روزہ، ہماری زبان (رشید حسن خاں نمبر)، شمارہ نمبر: ۳۶،۳۵،۳۴،۳۳، جلد نمبر: ۶۵، نئی دہلی: یکم تا ۲۸ ستمبر ۲۰۰۶ء، ص: ۳۱

۳۔ گیان چند، ڈاکٹر ''خدائے تدوین'' مشمولہ؛ رشید حسن خاں کچھ یادیں کچھ جائزے، مرتبین؛ ڈاکٹر محمد آفتاب اشرف، جاوید رحمانی، دربھنگہ: مکتبہ الحرا، محلّہ گنج، دربھنگہ، ۲۰۰۸ء، ص: ۶۱

۴۔ رشید حسن خاں، ''رشید حسن خاں ایک انٹرویو''، مشمولہ؛ ہفت روزہ، ہماری زبان (رشید حسن خاں نمبر) ص: ۲۱

۵۔ رشید حسن خاں، باغ و بہار، دہلی: مکتبۂ جامعہ، اپریل ۲۰۱۲ء، ص: ۷

۶۔ رشید حسن خاں، مرتبہ، سحر البیان، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ بار اوّل، اگست، ۱۹۶۶، ص: ۶

۷۔ رشید حسن خاں، رشید حسن خاں کے خطوط، مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ زبان اُردو، فروری ۲۰۱۱ء، ص: ۸۷۵

۸۔ کچھ عرصہ پہلے راقم نے کراچی کے ایک اشاعتی ادارے ''فضلی اینڈ سنز'' کی ویب سائٹ پر دیکھا تھا کہ رشید حسن خاں کی مرتبہ بہت سی کتابیں اُن کے پاس تھیں ان میں مکتبۂ جامعہ کی کتابیں بھی تھیں۔ ہر کتاب کے مکمل کوائف درج تھے کہاں سے چھپی، کب چھپی، کل صفحات اور قیمت وغیرہ۔ ان میں مکتبہ جامعہ کی ایک کتاب تھی ''انتخابِ سراج اورنگ آبادی'' (۱۹۶۹ء) جو رشید حسن خاں کتابیں مرتبہ ظاہر کی گئی تھی۔ اس زمانے میں ان سے یہ کتابیں نہ منگوائی جا سکیں اب ان کی ویب سائٹ دیکھتا ہوں۔ اُن کا نام بدل کر ''فضلی سپر مارکیٹ'' ہوگیا ہے اور یہ کتابیں وہاں ظاہر نہیں ہوتیں۔ کراچی میں مکرمی شاہد رضا صاحب کو زحمت دی انھوں نے وہاں جا کر پوچھا تب بھی یہ کتابیں نہیں ملیں۔ اس کے علاوہ انڈیا کے ایک ادارے کی ویب سائٹ ہے۔ www.ciillibrary.org:800 ان کی فہرست میں بھی یہ کتاب رشید حسن خاں کے نام سے ظاہر ہو رہی ہے۔ رشید حسن خاں نے اورنگ آباد میں تین سو سالہ جشن یادگار شاہ سراج اورنگ آبادی سیمینار میں مقالہ پڑھا تھا۔ اس سے یہ یقین اور پختہ ہوگیا کہ ہو نہ ہو یہ کتاب رشید حسن خاں ہی کی مرتبہ ہے لیکن رشید حسن خاں کی کتابوں کی کسی فہرست میں اس کا ذکر نہیں۔ اب ''انتخاب ناسخ'' کا پہلا ایڈیشن (۱۹۷۲ء) دستیاب ہوا ہے تو اس کے پیچھے مکتبۂ جامعہ کی کتابوں کی فہرست میں اس کے سامنے بطور مرتب ڈاکٹر محمد حسن کا نام لکھا ہے۔ ۶۹ء میں جب نئے سرے سے معیاری ادب کا یہ سلسلہ شروع ہوا تو آغاز میں کسی کتاب پر مرتب کا نام کہیں درج نہیں ہوتا تھا۔ بس اس کے ''تعارف'' پر نام سے اندازہ ہوتا تھا کہ کس نے مرتب کی۔ البتہ مجلس ادارت کے تمام نام شروع میں ایک صفحے پر درج ہوتے تھے۔ چونکہ اس سلسلے کی زیادہ کتابیں رشید حسن خاں نے مرتب کی تھیں اس لیے ویب سائٹ والوں نے اور کتابوں کے ساتھ اسے بھی خاں صاحب کے نام کر

دیا ہو۔ سرور الہدیٰ نے ''پروفیسر محمد حسن'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی ہے جو ۲۰۱۰ء میں غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے شائع ہوئی اس میں ڈاکٹر محمد حسن کی کتابوں کی فہرست میں اس کتاب کا احوال اس طرح درج ہے'' انتخابِ سراج، انجمن ترقی اُردو ہند دہلی گویا اشاعت کا ادارہ ہی بدل گیا اور سال موجود نہیں۔

۹۔ قادری، عبداللہ ولی بخش، ''ہمارے خاں صاحب، مشمولہ، رشید حسن خاں حیات اور ادبی خدمات، مرتبہ؛ اطہر فاروقی، نئی دہلی: ماہنامہ کتاب نما، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵، پہلی بار، جولائی ۲۰۰۲، ص:۱۳۴۔۱۳۵

۱۰۔ رشید حسن خاں، رشید حسن خاں کے خطوط، مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔آر۔ رینا، ص: ۲۸۔ ۹۲۷

۱۱۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص: ۲۹۵

۱۲۔ رشید حسن خاں، مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتبہ؛ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، لاہور: ادبیات، طبع اوّل، جون ۲۰۰۹ء، ص: ۱۳۷

۱۳۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص: ۱۵۸

۱۴۔ رشید حسن خاں، انشاے غالب، کراچی: ادارۂ یادگار غالب، پہلا پاکستانی ایڈیشن، ۲۰۰۱ء، ص: ۴۶

۱۵۔ فاروقی، خواجہ احمد، اشاریۂ کلام غالب، دہلی: شعبہ اُردو، دہلی یونیورسٹی، فروری ۱۹۷۰ء ص: ج

۱۶۔ رشید حسن خاں، رشید حسن خاں کے خطوط، مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔آر۔ رینا، ص: ۲۱۶۔۲۱۷

۱۷۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص: ۲۱۶

۱۸۔ رشید حسن خاں نے اس کتاب کے جعلی ہونے کی تصدیق کے طور پر جو مختصر تحریر لکھی اور ''ہماری زبان'' میں چھپی۔ وہاں انھوں نے سہواً یہ نام نور الحسن ہاشمی لکھ دیا ہے۔

۱۹۔ رشید حسن خاں، رشید حسن خاں کے خطوط، مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔آر۔ رینا، ص: ۳۸۱

۲۰۔ رشید حسن خاں، ''غالب فکر وفن (جعل سازی کا ایک نمونہ)''، مشمولہ، ہماری زبان، اگست ۲۰۰۰ء، ص: ۱

۲۱۔ جاوید رحمانی، مقدمہ، رشید حسن خاں کچھ یادیں کچھ جائزے، مرتبین: ڈاکٹر محمد آفتاب اشرف، جاوید رحمانی، ص: ۱۸